مجید لاہوری مرحوم

"جمہوریت"

رمضانی نے کہا---- "بابوجی"! جمہوریت کس کو کہتے ہیں-؟

میں نے کہا "بھائی میرے! جو چیز میں نے دیکھی نہیں اس کے متعلق کیا عرض کروں؟ سنا ہے کہ اگر بہت سے آدمی مل کر کہہ دیں کہ سورج مغرب سے نکلتا ہے- اور مشرق میں غروب ہوتا ہے تو ان کی رائے کو جمہوری رائے کہنا پڑیگا- مثلاً انچاس آدمی کہیں کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے اور اکیاون آدمی کہتے ہیں کہ گدھے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں تو جمہوری فیصلہ یہی ہو گا کہ گدھے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں- اور اگر اتفاق سے انچاس آدمی کوشش کر کے اکیاون آدمیوں میں سے دو آدمی توڑ کر لے جائیں اور پھر یہ گروہ کہے کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے تو گدھے کے سر سے سینگ دیکھتے دیکھتے غائب ہو جائیں گے-

---

خدا بخشے ہمارے علامہ اقبال بڑی سوچ سمجھ رکھنے والے شاعر تھے- ان سے پوچھا گیا کہ جمہوریت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ------جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں

بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

مطلب یہ ہے کہ جمہوریت میں "دماغوں" کی گنتی نہیں ہوتی صرف ہاتھوں کی گنتی ہوتی ہے------اور اس جمہوریت کا تماشا خود علامہ اقبال نے بھی اپنی زندگی میں دیکھا- دنیا نے انہیں بہت بڑا مفکر مانا- وہ شاعر مشرق، ترجمان حقیقت، پیغمبر خودی، حکیم الامت دانائے راز- علامہ - پی -ایچ-ڈی- بار ایٹ لاء سبھی کچھ تھے- مگر جب الیکشن میں کھڑے ہوئے تو ناکام ہوئے اور انکی جگہ جس شخص کے سر پر کامیابی کا سہرا بندھا اس کو سوائے اس کی آل اولاد کے چڑیا کا بچہ بھی نہیں جانتا- مگر صاحب جمہوریت کا فیصلہ یہی تھا-

جب لوگوں نے دیکھا کہ ایسی جمہوریت جس میں دماغ کی مرمت "ہاتھ کر دیں" بالکل بے کار ہے تو وہ سوچنے لگے یعنی "دماغوں" نے محاذ بنا لیا- دوسری طرف ہاتھ اپنے کام میں لگے رہے- اس منزل سے "دماغوں" نے اپنے اپنے سانچے بنائے اور ان سانچوں میں جمہوریت کو ڈھالنا شروع کیا- وہ نعرے لگانے لگے کہ

"ہماری جمہوریت تاندلیا نوالہ منڈی کا خالص گھی ہے- ملاوٹ ثابت کرنے والے کو پانچ سو روپیہ انعام"

مزے کی بات یہ ہے کہ ہر "ملاوٹ" پر "خالص" کا لیبل لگا دیا گیا------ یہاں تک کہ "کھوپرے کے تیل" کو "خالص گھی" سمجھا گیا اگر کسی نے "کھوپرے کے تیل" میں تھوڑا بہت "خالص گھی" ملایا- تو لوگوں نے کہا یہ "ملاوٹ" ہے--------پہلے تو لوگ خالص گھی میں ملاوٹ کرتے ہیں- اب "ڈالڈا" میں بھی ملاوٹ ہونے لگی بس جمہوریت کی بات بھی کچھ ایسی ہی ہے-

---

جس طرح ایک انسان کی شکل دوسرے انسان سے اور ایک گھڑی کا وقت دوسری گھڑی سے نہیں ملتا- اسی

طرح ایک ملک کی جمہوریت دوسرے ملک کی جمہوریت سے نہیں ملتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جمہوریت پانی بن گئی۔------ یہ پانی آپ نے لوٹے میں ڈالا تو یہ لوٹا بن گئی۔ گلاس میں بھر دیا تو اس نے گلاس کا روپ دھارا۔ صراحی میں ڈالا تو اس کی صراحی دار گردن بنی۔ اسے آپ موم کی ناک کہہ لیجئے۔ بس جدھر کو موڑا ادھر کو مڑ گئی۔ پہلے یہ نیچے سے اوپر کو جاتی تھی۔ یعنی "نیچے والے" اپنی رائے سے "اوپر والوں کو بناتے تھے۔ مگر "جمہوری انقلاب" دیکھئے کہ یہ "اوپر" سے "نیچے" آنے لگی۔ "اوپر والے" آئے اور "نیچے والوں" نے گھٹنے ٹیک کر انگوٹھے لگا دیئے۔ اس کو بھی جمہوریت ہی کا نام دیا گیا۔

جس طرح ایک شاعر کا محبت نے بری طرح حلیہ بگاڑا تھا۔ اور اس نے کہا تھا۔

محبت نے بری طرح مرا حلیہ بگاڑا ہے
کہ اپنی شکل بھی دیکھوں تو پہچانی نہیں جاتی

اس طرح جمہوریت کا کچھ ایسا حلیہ بگڑا ہے کہ ہم آپ تو خیر پہچاننے سے رہے۔ اگر خود جمہوریت بھی آئینے میں اپنی طلعت مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کرے تو خود کو نہ پہچان سکے۔

یہ تو خیر ایک عام جائزہ تھا دنیا بھر کی جمہوریت کا۔ ہم اپنے گھر میں آتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمہوریت آئی۔

چنانچہ ایسا ہوا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا رہا۔ وہ آپ جانتے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ وہ جمہوریت جس کا نام مسلم لیگ تھا مر گئی۔ کیوں مر گئی---------- یار لوگوں نے کرسیوں کی خاطر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ بکس توڑے--------- ہیر پھیرا------ دھاندلی کی------- تھانیدار کا ڈنڈا گھمایا------

غرضیکہ اس کا خوب کچومر نکالا------ ادھر یہ سب کچھ ہوا اور دوسری طرف "داغوں" نے تعصب پھیلایا------ ان مظالم کو اجاگر کیا------ اور "ہاتھوں" نے ان کا ساتھ دیا وہ لوگ بھی جمہور کے نمائندے قرار پائے------ اعلان ہوا کہ جمہوریت کی بحالی ہو گئی۔ کرسی ملی تو "داغ" کرسی پر چڑھ بیٹھا۔ جمہوریت بچاری تھکی ہاری تھی بستر پر لیٹ گئی اور پڑے پڑے سو گئی۔

اقبال کی خودی کی طرح جمہوریت سوئی ہوئی ہے------ اور یہ حکمران کی ساحری کا کمال ہے------ اب جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ جمہوریت کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور جمہوریت بچاری کو خبر ہی نہیں کہ اس کے پرستاروں نے اس کے جوگی کا برن لیا ہے۔ اور وہ جنگل جنگل گھوم رہے ہیں------- ایک شخص کو کرسی سے اتارا جاتا ہے۔ وہ کرسی سے اترتے ہی جمہوریت کی دہائی دیتا ہے۔ کہ جمہوریت پامال ہو گئی۔ جو اس کو کرسی سے اتارتا ہے۔ اس کو "شاباش" ملتی ہے۔ کہ واہ واہ

وہ کام کیا تو نے جو رستم سے نہ ہو گا

اگر وہی لوگ جو کرسی سے اترے تھے حالات کے کروٹ بدلنے پر پھر کرسی پر آجائیں تو سمجھ لیجئے کہ جمہوریت پھر بحال ہو گئی---------- میں نے کہا ہاں تو------- رمضانی بھائی! میں صرف یہ جانتا ہوں کہ جمہوریت کا دوسرا نام کرسی ہے۔ ملک فیروز خان نون کرسی پر تھے تو۔

جمہوریت بحال تھی   وہ کرسی پر نہیں رہے تو۔   جمہوریت بے حال ہے۔   (29۔ مئی 55ء)